The Study of Religion and History
Volume 4 issue 1 (2026)
www.srhjournal.com
ISSN(Print): 3006-3329 ISSN(Online): 3006-3337

# مغربی جدیدیت اور فکرِ اقبال: مادیت، روحانیت اور مسلم نشاۃِ ثانیہ کا تنقیدی جائزہ

# Western Modernity and Iqbal's Thought: A Critical Analysis of Materialism, Spirituality, and the Muslim Renaissance

ڈاکٹر محمد عامر اقبال
پوسٹ ڈاکٹورل فیلوشپ اسکالر، اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان

**Dr Muhammad Amir Iqbal**
**Post Doctorate fellowship Scholar, IRI, IIUI .Pakistan**

ماریہ بلال،
پی۔ایچ۔ڈی اردو اسکالر، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

**Maria Bilal**
**Ph.D. Urdu Scholar. GCWU, Sialkot**

***Abstract:***
*This paper presents a comprehensive analysis of Western modernity alongside Allama Iqbal's intellectual critique. Western modernity emerged from the scientific revolution and industrial advancement, promoting reason, material progress, and political transformation. However, it showed a noticeable lack of spiritual and moral dimensions. Iqbal acknowledges these achievements but considers them one-sided, as they reduce human beings to merely material entities. According to him, the real issue is not Western knowledge itself but its blind imitation, which distances Muslims from their cultural identity and spiritual foundations. Iqbal views Islam as a complete system of life that maintains a balance between material and spiritual aspects. He encourages Muslims to benefit from modern sciences while preserving their ethical and religious values. His critique highlights key issues such as the spiritual void in the West, dominance of materialism, blind imitation, and social disintegration. At the same time, Iqbal offers practical solutions including the development of selfhood (Khudi), the exercise of ijtihad (independent reasoning), intellectual freedom, and a strong connection with the Qur'an. In his view, true progress lies in harmonizing scientific advancement with spiritual growth. Thus, Iqbal presents a vision of a balanced society that adapts to modern challenges while maintaining its religious and cultural identity.*

***Keywords:*** *Western Modernity, Iqbal's Thought, Materialism, Spirituality, Ijtihad, Selfhood (Khudi).*

## ملخص

اس تحقیقی اور تنقیدی مضمون میں مغربی جدیدیت اور علامہ اقبال کی فکری تنقید کا جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مغربی جدیدیت سائنسی انقلاب اور صنعتی ترقی کے نتیجے میں سامنے آئی جس نے عقل، مادّی ترقی اور سیاسی تبدیلی کو فروغ دیا، تاہم اس میں روحانیت اور اخلاقی اقدار کی کمی نمایاں رہی۔ اقبال اس ترقی کا اعتراف کرتے ہیں مگر اسے یک رخی قرار دیتے ہیں کیونکہ اس نے انسان کو محض مادی وجود تک محدود کر دیا۔ ان کے نزدیک اصل مسئلہ مغربی علوم نہیں بلکہ ان کی اندھی تقلید ہے، جو مسلمانوں کو اپنی تہذیبی شناخت اور روحانی بنیادوں سے دور کر دیتی ہے۔ اقبال کے مطابق اسلام ایک ہمہ گیر نظامِ حیات ہے جو مادّی اور روحانی دونوں پہلوؤں میں توازن پیدا کرتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو تلقین کرتے ہیں کہ جدید علوم سے فائدہ اٹھائیں مگر اپنی اخلاقی اور دینی اقدار کو برقرار رکھیں۔ ان کی تنقید کے اہم نکات میں مغرب کا روحانی خلا، مادیت کا غلبہ، تقلیدی رویہ اور معاشرتی انتشار شامل ہیں۔ اقبال اس کے ساتھ عملی حل بھی پیش کرتے ہیں جن میں خودی کی تعمیر، اجتہاد، فکری آزادی اور قرآن سے مضبوط تعلق شامل ہیں۔ ان کے نزدیک حقیقی ترقی وہ ہے جو سائنسی پیش رفت کو روحانی بالیدگی کے ساتھ ہم آہنگ کرے۔ یوں اقبال ایک متوازن معاشرے کا تصور دیتے ہیں جو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ اپنی دینی و تہذیبی شناخت کو بھی برقرار رکھتا ہے۔


**کلیدی الفاظ:** مغربی جدیدیت، فکرِ اقبال، مادیت، روحانیت، اجتہاد، خودی

## مغربی جدیدیت کا تعارف

مغربی جدیدیت سترہویں اور اٹھارویں صدی کے سائنسی انقلاب اور صنعتی ترقی کے نتیجے میں ابھری۔ اس میں انسانی فکر، معاشرت اور سیاست کے نئے نظریات شامل تھے، جن میں عقل، تجزیہ اور مادّی ترقی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ مغربی جدیدیت نے معاشرتی ڈھانچے، سیاسی نظام اور سائنسی ترقی میں نئی راہیں کھولیں، لیکن اقبال کے نزدیک اس میں روحانیت اور اخلاقی بُعد کی کمی واضح تھی۔ مغربی ترقی کا مرکز صرف مادّی فوائد اور طاقت تھا جبکہ اخلاقی اور روحانی تربیت ثانوی حیثیت میں تھی۔ اقبال نے مغرب کی اس ترقی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے لیے مسئلہ یہ نہیں کہ مغربی علوم کو ترک کیا جائے، بلکہ یہ کہ مغرب کی تقلید اندھی ہو گئی ہے، جس نے مسلمانوں کی روحانی اور اخلاقی بنیادوں کو نقصان پہنچایا ہے۔ اقبال کے بقول:

> "دورِ حاضر کے مغربی ناقدین نے بھی اسلام کے بارے میں جو نظریات قائم کیے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے جیسے زندگی کو نئی طاقت ملے گی، اور اسلام کی عالمگیر روح، فقہا کی قدامت پسندانہ سوچ کے باوجود، اپنا اثر ضرور دکھائے گی۔ مجھے اس امر کا بھی یقین ہے کہ جونہی فقہ اسلام کا مطالعہ غائر نگاہوں سے کیا گیا اس کے موجودہ ناقدین کی یہ رائے بدل جائے گی کہ اسلامی قانون جامد یا مزید نشوونما کے ناقابل ہے"(1)

مغربی جدیدیت نے سائنسی اور سیاسی ترقی کو تو فروغ دیا مگر اس میں روحانیت اور اخلاقی پہلو مفقود تھے۔ اقبال کے نزدیک مسلمانوں کے لیے اصل خطرہ مغربی علوم نہیں بلکہ اس کی اندھی تقلید ہے۔ اقبال کے فکری ورثے کی ایک نہایت اہم جہت کی طرف دیکھیں تو یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اقبال اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ مغربی تہذیب نے علم و سائنس کے میدان میں حیرت انگیز ترقی کی لیکن اس ترقی کی بنیاد محض مادیت اور عقلیت پر رکھی گئی جس نے انسان کی روحانی اور اخلاقی قدروں کو پس منظر میں دھکیل دیا۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ وہ اندھی تقلید کے تحت مغربی تہذیب کی محض ظاہری شکل اختیار کر لیں اور اپنی اصل روحانی اور اخلاقی اقدار کو بھلا بیٹھیں۔ اقبال کا خیال تھا کہ ایسی تقلید صرف ذہنی غلامی کو جنم دے گی اور مسلمان اپنے اصل نصب

العین، یعنی اسلام کی آفاقی روح، سے مزید دور ہو جائیں گے۔ اقبال کے نزدیک اسلام ایک ایسا ہمہ گیر نظامِ حیات ہے جس کی بنیاد مادّی و روحانی دونوں جہتوں پر ہے۔ قرآن بار بار انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور فطرت کے مظاہر کے مشاہدے کی ترغیب دیتا ہے، لیکن اس دعوت کا مقصد صرف مادی تسخیر نہیں بلکہ اس کے پس پردہ روحانی ارتقا اور اخلاقی بالیدگی بھی ہے۔ اقبال نے مغرب کی نقالی کے بجائے مسلمانوں کو یہ تلقین کی کہ وہ اپنی روحانی بنیادوں پر قائم رہتے ہوئے جدید علوم سے استفادہ کریں۔ وہ جدید سائنسی علوم کی اہمیت کو نہ صرف تسلیم کرتے تھے بلکہ اسے وقت کی ضرورت بھی سمجھتے تھے لیکن ان کا زور اس بات پر تھا کہ یہ علوم اسلامی فکر اور اقدار کے ساتھ ہم آہنگ ہوں۔ یوں ایک ایسا امتزاج پیدا کیا جائے جس میں نہ صرف عقل کی روشنی ہو بلکہ دل کی گہرائی اور وجدان کی روشنی بھی شامل ہو۔ شاعرِ مشرق کے مطابق مغربی تہذیب کی بنیادی کمزوری یہ ہے کہ اس نے انسان کو صرف مادی اور معاشی وجود تک محدود کر دیا اور روحانی پہلو کو اہمیت نہیں دی۔ اسی وجہ سے، ترقی کے باوجود مغرب میں اخلاقی مسائل اور انسانی اقدار کی کمی نمایاں ہو گئی۔ اس کے برعکس اسلام انسان کو ایک ہمہ جہتی ہستی کے طور پر پیش کرتا ہے جس کی فلاح نہ صرف دنیاوی کامیابیوں میں ہے بلکہ اس کے روحانی ارتقا میں بھی ہے۔ اقبال چاہتے تھے کہ مسلمان اس جامع تصور کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسا نیا طرزِ زندگی تشکیل دیں جو جدید علوم کی روشنی سے منور ہو اور اسلامی اقدار کی روح سے مزین ہو۔ یوں اقبال کا پیغام یہ ہے کہ مغرب کی اندھی تقلید مسلمانوں کے لیے تباہ کن ہے کیونکہ یہ انھیں ان کی اصل شناخت سے محروم کر دیتی ہے۔ اصل ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنی روحانی قدروں کو مضبوطی سے تھام کر جدید علوم کے ساتھ ہم آہنگ کریں تاکہ ایک متوازن، بامقصد اور حقیقی انسانی تہذیب کو جنم دیا جا سکے۔ یہی وہ طریقہ ہے جو نہ صرف امتِ مسلمہ کی بحالی اور ترقی کا ذریعہ بن سکتا ہے بلکہ پوری انسانیت کو بھی ایک بہتر اور متوازن طرزِ زندگی دے سکتا ہے۔

## اقبال کی تنقید کے بنیادی نکات

شاعرِ مشرق کے فکری سرمایہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ مغربی جدیدیت کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیتے ہیں اور مسلمانوں کو اس بارے میں محتاط رہنے کی نصیحت کرتے ہیں تاکہ وہ محض اندھی تقلید میں نہ بہہ جائیں۔ مغربی دنیا نے اگرچہ سائنسی میدان میں حیرت انگیز ترقی کی اور طاقت و دولت کے وسائل پیدا کیے لیکن اس ترقی نے انسان کے اندر ایک گہرا روحانی اور اخلاقی خلا چھوڑ دیا۔ اقبال کے نزدیک انسان محض ایک مادی وجود نہیں بلکہ ایک ایسا شعوری اور روحانی وجود ہے جس کی اصل تکمیل تب ہی ممکن ہے جب اس کی اخلاقی قدریں اور روحانی پہلو بھی پروان چڑھیں۔ مغرب کی ترقی نے انسان کو بظاہر آسائشیں تو عطا کیں لیکن اس کے دل کو سکون اور نفس کو پاکیزگی نہ دے سکی۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال بار بار اس حقیقت پر زور دیتے ہیں کہ صرف سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی انسان کو حقیقی کامیابی کی طرف نہیں لے جا سکتی جب تک وہ اپنی روحانی بنیادوں کو مضبوط نہ کرے۔ اقبال مسلمانوں کے اندر مغرب کی اندھی تقلید کو بھی ایک بڑے خطرے کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کے مطابق مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مغرب سے علم، ٹیکنالوجی اور سائنسی سوچ ضرور حاصل کریں لیکن اپنی تہذیبی شناخت اور دینی بنیادوں کو پس پشت نہ ڈالیں۔ اندھی تقلید کا رویہ مسلمانوں کو نہ صرف فکری کمزوری میں مبتلا کرتا ہے بلکہ انھیں اپنی اصل روایت اور روحانی میراث سے بھی محروم کر دیتا ہے۔ اقبال چاہتے تھے کہ مسلمان مغرب کی ترقی سے استفادہ ضرور کریں مگر اپنی فکری خودی اور روحانی اقدار کو برقرار رکھتے ہوئے، تاکہ وہ ایک ایسا توازن پیدا کریں جو انھیں ترقی کے ساتھ ساتھ ان کی اصل پہچان بھی عطا کرے۔ مغربی جدیدیت کی سب سے بڑی خامی اقبال کے نزدیک یہ ہے کہ اس نے مادیات کو زندگی کا مقصد بنا دیا۔ طاقت، دولت اور آسائشیں انسانی زندگی کا محور بن گئیں لیکن یہ سب کچھ انسان کو حقیقی خوشی اور اطمینان نہ دے سکا۔ حکیم الامت کے نزدیک اس کے برعکس انسان کا حقیقی ہدف یہ ہے کہ وہ اپنی خودی کو مضبوط بنائے اور روحانی و اخلاقی بلندیوں تک پہنچے۔ مادی ترقی اگر روحانی تربیت سے خالی ہو تو وہ انسان کے لیے باعثِ بربادی بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال مسلمانوں کو یاد دلاتے ہیں کہ انہیں اپنی روحانی اور اخلاقی قدروں کو ترک کر کے محض مادی ترقی کے پیچھے نہیں دوڑنا چاہیے بلکہ ایک ایسا امتزاج پیدا کرنا

چاہیے جس میں سائنسی ترقی اور روحانی بالیدگی دونوں شامل ہوں۔ یہی امتزاج انسان کو حقیقی خوشی، سکون اور کمالِ ذات کی طرف لے جا سکتا ہے اور یہی وہ راستہ ہے جو مسلمانوں کو دوبارہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دلانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

## معاشرتی انتشار

اقبال کے مطابق مغرب میں مادّی ترقی کے باوجود معاشرتی ہم آہنگی اور اخلاقی اصولوں میں کمی نے سماج کو داخلی بحران کا شکار کر دیا ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے مسلمانوں کو اپنی اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر مضبوط معاشرہ قائم کرنے کی تلقین کی۔ عالمِ اسلام اور مغرب کے باہمی فکری تعلقات پر ایک پرنگاہ ڈالیں تو ایک زمانہ تھا جب یورپ کے علمی اور فکری دھارے اسلامی فلسفے، سائنس اور تہذیب سے فیض حاصل کرتے تھے۔ مسلمان مفکرین نے ریاضی، فلکیات، طب، فلسفہ اور علم الکلام جیسے میدانوں میں وہ بنیادیں فراہم کیں جن پر بعد میں یورپ نے اپنی فکری عمارت تعمیر کی لیکن آج منظر نامہ یکسر بدل چکا ہے۔ موجودہ دور میں مسلمان معاشرے ذہنی طور پر مغرب کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں اور انہی کے علمی و تہذیبی اثرات کے تحت اپنی فکری اور عملی زندگی کو ترتیب دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بظاہر یہ رجحان بُرا نہیں کیونکہ مغربی تہذیب کی اصل جڑیں بھی کسی نہ کسی طور پر اسلامی فکر سے جڑی ہوئی ہیں مگر اصل خطرہ اس بات کا ہے کہ مسلمان مغرب کی ظاہری چمک دمک میں کھو کر اس کے گہرے علمی اور باطنی پہلوؤں سے غافل نہ ہو جائیں۔ اگر ہم صرف مادی ترقی اور سائنسی سہولیات کو اپنا مقصد سمجھ لیں اور اس تہذیب کے فکری یا اخلاقی پہلو پر غور نہ کریں تو نتیجہ یہی ہوگا کہ ہم دوبارہ سطحیت کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ حقیقت بھی یاد رکھنی چاہیے کہ مغرب نے انہی علمی موضوعات کو گہرائی کے ساتھ آگے بڑھایا جن میں کبھی مسلمان فلسفی اور سائنس دان دلچسپی لیتے تھے لیکن جب مسلمان علمی جمود اور غفلت کا شکار ہو گئے تو مغرب نے نہ صرف ان علوم کو محفوظ کیا بلکہ انہیں ترقی دے کر ایک نئے زاویے سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آج ہمیں اس تاریخ سے سبق لینا ہے کہ دوسروں کی ظاہری کامیابیوں کے پیچھے اندھا دھند دوڑنے کے بجائے ان کی فکری محنت اور تحقیقی رویے کو اپنایا جائے۔ اگر عالم اسلام مغرب کے اس علمی ورثے کو اپنی اصل اسلامی روح کے ساتھ ہم آہنگ کر لے تو یہ امتِ مسلمہ کی نئی فکری و سائنسی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہو سکتا ہے۔ بصورتِ دیگر ہم محض تقلید کی روش پر چلتے رہیں گے اور اپنی اصل علمی و تہذیبی میراث سے دور ہوتے جائیں گے۔ یہی وہ بنیادی سوال ہے جو ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ ضروری یہ ہے کہ جدید علوم کے مطالعہ کا شوق پروان چڑھایا جائے۔ اقبال کہتے ہیں:

> "علم و دانائی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو مغربی تہذیب دراصل اسلامی تہذیب کے چند عناصر کی ایک ارتقائی صورت ہے، مگر خدشہ یہ ہے کہ اس کی ظاہری چمک دمک ہمیں متاثر کر کے اس کے اصل جوہر اور باطنی حقیقت تک پہنچنے سے روک نہ دے"(2)

اقبال مغربی جدیدیت کی تنقید میں چار اہم نکات پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مادّی ترقی کے باوجود مغرب میں روحانی اور اخلاقی خلا موجود ہے۔ مسلمانوں میں مغربی علوم کی اندھی تقلید خطرہ ہے، اس لیے اپنی تہذیبی اور دینی شناخت برقرار رکھنا ضروری ہے۔ مادی ترقی کو انسانی زندگی کا محور بنانا انسان کو حقیقی خوشحالی نہیں دے سکتا۔ اقبال مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر مضبوط معاشرہ قائم کریں۔

## اقبال کی فکر میں حل کے نکات

اقبال صرف مغربی جدیدیت کی کمزوریوں پر تنقید نہیں کرتے بلکہ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کو عملی راہ بھی دکھاتے ہیں تاکہ وہ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کر سکیں۔ ان کے نزدیک سب سے پہلے فرد کو اپنی **خودی** کو پہچاننے کی ضرورت ہے کیونکہ خودی ہی وہ قوت ہے جو انسان کو اپنی اصل صلاحیتوں سے آگاہ کرتی ہے اور اسے معاشرتی زندگی میں فعال کردار ادا کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اقبال نے اجتہاد اور تجدید پر زور دیا کیونکہ بدلتے حالات اور نئے فکری مسائل کا حل پرانے طریقوں سے ممکن نہیں۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دین کی اساس پر قائم

رہتے ہوئے اجتہاد کے دروازے کو کھلا رکھیں اور اپنے مسائل کا حل نئے زمانے کی ضروریات کے مطابق تلاش کریں۔ مزید یہ کہ اقبال ترقی کے مخالف نہیں تھے وہ مغرب کی سائنسی کامیابیوں سے استفادے کو لازمی سمجھتے تھے مگر شرط یہ تھی کہ یہ ترقی اسلامی اخلاقیات اور تہذیبی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔ اقبال کا عملی پیغام یہی ہے کہ مسلمان نہ اندھی تقلید میں مغرب کے پیچھے چلیں اور نہ ہی زمانے سے کٹ کر رہیں بلکہ اپنی روحانی اقدار کو بنیاد بنا کر جدید علوم اور سائنس کے ذریعے ایک متوازن اور بامقصد معاشرہ قائم کریں۔ اقبال مغربی جدیدیت کی تنقید کے بعد مسلمانوں کے لیے عملی حل بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے پہلے ضروری ہے کہ فرد اپنی خودی کو پہچانے اور اپنی روحانی طاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے معاشرے میں فعال کردار ادا کرے۔ خودی کی مضبوطی سے نہ صرف فرد ترقی کرتا ہے بلکہ پورا معاشرہ بھی مستحکم بنتا ہے۔ اقبال مسلمانوں کو اجتہاد اور تجدید کی ضرورت پر زور دیتے ہیں تاکہ دینی و فکری مسائل کے حل کے لیے نئے حالات کے مطابق فیصلے کیے جا سکیں۔ انھوں نے واضح کیا کہ صرف مغربی علوم اور ترقی کی تقلید کافی نہیں بلکہ اس ترقی کو اسلامی اصولوں کے ساتھ ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ سائنسی اور مادّی ترقی کو قبول کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس کے ذریعے اخلاقی اور روحانی اقدار برقرار رہیں۔ اقبال کا یہ تصور مسلمانوں کو ایک متوازن اور جامع ترقی کا راستہ دکھاتا ہے۔ انھوں نے یہ باور کرایا کہ اسلامی تعلیمات، اجتہاد اور خودی کی بنیاد پر ترقی ممکن ہے اور معاشرتی انتشار سے بچا جا سکتا ہے۔ اس فکر کے مطابق مسلمانوں کو اپنی تہذیبی شناخت اور دینی اصولوں سے جڑے رہتے ہوئے جدید دنیا کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھالنا چاہیے۔ اس طرح اقبال نے مغرب کی ترقی کی تقلید کے بجائے اسلامی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ ترقی کا ماڈل پیش کیا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ:

"مسلمان اپنی خودی کو پہچانیں اور اجتہاد کے ذریعے اسلام کے اصولوں کے مطابق ترقی کی راہ اختیار کریں"(3)

اقبال کی یہ تجویز مغرب کی ترقی کی تقلید کے بجائے اسلامی اقدار کے ساتھ ہم آہنگ ترقی کی راہ پیش کرتی ہے۔

## عملی اور فکری اہمیت

مغربی جدیدیت پر اقبال کی تنقید آج بھی مسلم معاشروں کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ ان کے مطابق، جدید علوم، ٹیکنالوجی اور مادّی ترقی کو قبول کرنا ضروری ہے مگر روحانی اور اخلاقی تربیت کے بغیر یہ ترقی مکمل نہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ فکری پیغام اہم ہے کہ وہ مغرب کی تقلید اندھی نہ کریں بلکہ اپنی تہذیبی، فکری اور اخلاقی شناخت کے ساتھ ترقی کی راہیں تلاش کریں۔ اقبال کی تنقید کے فکری اثرات آج بھی مدارس، جامعات اور فکری مباحث میں محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کو اپنے تاریخی ورثے سے جڑنے، خودی کی تعمیر کرنے اور اجتماعی سطح پر مضبوط معاشرہ قائم کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

## مغربی جدیدیت اور اسلامی فکری ردعمل

مغربی جدیدیت سترہویں اور اٹھارویں صدی کے سائنسی انقلاب اور صنعتی ترقی کے نتیجے میں ابھری۔ اس میں عقل، تجزیہ، مادّی ترقی اور سیاسی نظام میں نئے نظریات شامل تھے جنھوں نے معاشرتی ڈھانچے اور انسانی فکر پر گہرا اثر ڈالا۔ تاہم اقبال کے نزدیک اس ترقی میں روحانی اور اخلاقی پہلو غائب تھے اور مادّی فوائد کو انسانی زندگی کا محور بنایا گیا تھا۔ اقبال نے مغربی ترقی کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کے لیے مسئلہ مغربی علوم کی موجودگی نہیں بلکہ اس کی **اندھی تقلید** ہے جو روحانی اور اخلاقی بنیادوں کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ اقبال کی تنقید میں چار اہم نکات نمایاں ہیں۔ روحانی و اخلاقی خلا، تقلیدی رویہ، مادیت کی فوقیت اور معاشرتی انتشار۔ ان کے مطابق، مادّی ترقی کے باوجود مغرب میں اخلاقی اور روحانی کمی نے معاشرے کو داخلی بحران کا شکار کر دیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ اخلاقی و روحانی بنیادوں پر مضبوط معاشرہ قائم کریں اور اندھی تقلید سے اجتناب کریں۔ عملی حل کے طور پر اقبال نے **خودی، اجتہاد و تجدید** اور **اسلامی اصولوں کی بنیاد پر ترقی** کی اہمیت پر زور دیا۔ خودی کے ذریعے فرد اپنی روحانی طاقت بروئے کار لا سکتا

ہے اور معاشرت میں مثبت کردار ادا کر سکتا ہے۔ اجتہاد کے ذریعے مسلمان نئے حالات کے مطابق دینی و فکری مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں، اور اسلامی اصولوں کے ساتھ سائنسی و مادّی ترقی کو ہم آہنگ کر کے متوازن ترقی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اسی فکری راستے کو علامہ **علی شریعتی** نے بھی اجاگر کیا جن کے مطابق مسلمانوں کو اپنی ثقافتی اور دینی شناخت کو مضبوط رکھتے ہوئے جدید علوم اور معاشرتی تبدیلیوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ اسلامی تعلیمات اور عصری علم کو یکجا کیے بغیر امت ترقی نہیں کر سکتی۔ مولانا **مودودی** اسی نقطۂ نظر کے حامی ہیں۔ ان کے مطابق مغربی جدیدیت کی تقلید اندھی ہے اور مسلمانوں کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی تہذیبی اور دینی بنیادوں کے ساتھ ترقی کے راستے اپنائیں۔ مولانا مودودی بیسویں صدی کے نمایاں اسلامی مفکر، مفسر، مؤرخ، متکلم اور قائد تھے جنھوں نے دینِ اسلام کی تجدید کے لیے امت میں نئی تحریک پیدا کی اور اسلامی فکر کو منطقی، باقاعدہ اور مؤثر انداز میں پیش کیا۔ اس وقت نوجوان نسل مغربی فکر و تہذیب سے متاثر ہو کر اسلام کو غیر متعلقہ سمجھ رہی تھی اور بعض نے الحاد کو اپنی رہنمائی کا ذریعہ بنا لیا تھا۔ ایسے ماحول میں مولانا مودودی نے مسلمانوں کے ذہنوں میں بیداری پیدا کی اور مغربی اثرات کے خلاف مؤثر موقف اختیار کیا۔ انھوں نے ایسے حالات میں کام کیا جب مغربی فکر کا اثر مسلمانوں کے معاشرتی اور فکری منظر نامے پر غالب تھا۔ مسلم معاشرہ کسی مضبوط تحریک یا نظریہ سے محروم تھا۔ تعلیمی اور فکری بصیرت کمزور تھی اور جو کچھ موجود تھا وہ زوال کا شکار تھا۔ مسلمانوں میں ہر شعبے میں مایوسی، قنوطیت اور روایت پرستی کی عادت عام ہو گئی تھی اور معاشرہ بے یقینی اور الجھن کا شکار تھا۔ آپ نے یہ مؤقف اپنی معروف تفسیر میں واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ اس میں وہ قرآن و سنت کی رہنمائی میں جدید علوم کو اختیار کرنے کی اہمیت اجاگر کرتے ہیں اور مغربی تہذیب کی اندھی نقالی کو مسلمانوں کے لیے مضر قرار دیتے ہیں

"تفہیم القرآن" میں مولانا مودودی نے قرآن کی تعلیمات کو موجودہ دور کے مسائل کے تناظر میں پیش کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ اسلامی معاشرت، معیشت، سیاست اور دیگر شعبوں میں ترقی کا راستہ صرف اور صرف قرآن و سنت کی رہنمائی میں ہے نہ کہ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید میں۔

"اصلاح اور ترقی کا راستہ مغرب کی تقلید سے نہیں بلکہ قرآن و سنت کی روشنی میں
جدید علوم کے نفاذ سے نکلتا ہے"(4)

اقبال اور مودودی کی فکر مشترکہ طور پر یہ پیغام دیتی ہے کہ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغرب کی مادّی ترقی سے فائدہ اٹھائیں مگر روحانی، اخلاقی اور دینی اصولوں کے بغیر ترقی اندھی اور ناقص ہو جائے گی۔ اس فکری رہنمائی کے ذریعے مسلم معاشرہ فعال، خوددار اور ہمہ جہت ترقی کی طرف گامزن ہو سکتا ہے۔

## اقبال کی تجدیدی فکر اور قرآن سے تعلق

اقبال کی فکری اور ادبی زندگی مسلمانوں کے لیے تجدید و بیداری کا سبب رہی ہے۔ اقبال کی تجدیدی فکر قرآن مجید کے اصولوں اور تعلیمات سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ ان کے نزدیک قرآن نہ صرف مذہبی کتاب ہے بلکہ یہ ایک عملی اور زندگی گزارنے کا جامع ضابطہ بھی فراہم کرتا ہے۔ اقبال کی شاعری، خطبات اور رسائل میں قرآن کی تعلیمات کو بنیادی ستون کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کا یہ نظریہ مسلمانوں کو اپنی تہذیبی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے نئے علمی، روحانی اور معاشرتی دور کے تقاضوں کے مطابق ترقی کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اقبال کی تجدیدی فکر کا مقصد صرف فلسفیانہ گفتگو نہیں بلکہ عملی اور فکری بیداری ہے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کی پسماندگی کی سب سے بڑی وجہ قرآن سے فاصلے اور اجتہاد کی کمی ہے۔ اس پس منظر میں اقبال نے قرآن کو نہ صرف رہنمائی کا ذریعہ قرار دیا بلکہ اس کے اصولوں کی روشنی میں فکری، اخلاقی اور روحانی تجدید کے طریقے بھی پیش کیے۔

### تجدیدی فکر کا مفہوم

اقبال کی تجدیدی فکر کا بنیادی محور خودی اور اجتہاد ہے۔ خودی کا تصور انسانی شخصیت کی تعمیر، روحانی ترقی اور اخلاقی بیداری سے جڑا ہے۔ اقبال کے نزدیک قرآن اسی خودی کی ترقی کا ضامن ہے جو فرد کو نہ صرف اپنی صلاحیتوں سے روشناس کراتا ہے بلکہ معاشرتی سطح پر فعال کردار ادا کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ تجدیدی فکر کے دوسرے پہلو میں اجتہاد شامل ہے۔ اقبال نے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں نئے مسائل کے حل کے لیے اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا۔ ان کے خیال میں قرآن کی تعلیمات لامحدود اور زندگی کے ہر شعبے کے لیے رہنمائی فراہم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں بشرطیکہ اہلِ علم ان پر غور و فکر کریں اور عملی انداز اپنائیں۔ اقبال کی تخلیقات جیسے بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز میں قرآن کے حوالے بار بار ملتے ہیں جہاں وہ قرآن کو انسانی زندگی کی تجدید کا وسیلہ قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کو اپنی تہذیب و تمدن کے فروغ کے لیے اس کی روشنی میں رہنمائی دیتے ہیں۔ اقبال اپنی کتاب "تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ" میں اجتہاد کو اسلام کی روح قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> "اسلام کو زندہ رکھنے والی اصل قوت قرآن ہے۔ اس کی روشنی میں اجتہاد وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعے مسلمان اپنے بدلتے ہوئے حالات کے مطابق دینی اور دنیوی مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں"(5)

یہی بات وہ بار بار اس پر زور دے کر کہتے ہیں کہ قرآن انسان کو **حرکت**، جدوجہد اور ارتقاء کی دعوت دیتا ہے۔ اقبال نے بالِ جبریل میں کہا کہ انسان کی "خودی" یعنی باطنی قوت، خود اعتمادی اور کردار کی بلندی ہے۔ آپ یہ پیغام دیتے ہیں کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی شخصیت کو اتنا مضبوط، باوقار اور بااصول بنائے کہ وہ محض حالات کا تابع نہ رہے بلکہ اپنی محنت، ارادے اور اخلاقی قوت کے ذریعے اپنی راہ خود متعین کرے۔ یہاں "تقدیر" سے مراد وہ حالات اور فیصلے ہیں جو بظاہر انسان پر مسلط ہوتے ہیں، مگر اقبال کے نزدیک ایک بیدار اور مضبوط انسان ان سے اوپر اٹھ کر اپنی زندگی کا رخ بدل سکتا ہے۔ جب انسان اپنی خودی کو ترقی دیتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک بھی بلند مقام حاصل کرتا ہے، اور اس کی خواہشات اور ارادے ایک اعلیٰ مقصد کے تابع ہو جاتے ہیں۔ انسان کو اپنی صلاحیتوں کو پہچان کر انہیں اس حد تک نکھارنا چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں فعال کردار ادا کرے، نہ کہ حالات کے سامنے بے بس ہو جائے۔(6)

اس شعر کو اقبال کی فکر کا نچوڑ کہہ سکتے ہیں۔ خودی کی تربیت قرآن و سنت کی روشنی میں انسان کو اس مقام تک پہنچاتی ہے جہاں وہ اپنی شخصیت کو بامقصد، باشعور اور فعال کردار کے ساتھ معاشرت میں بروئے کار لاتا ہے۔

### قرآن اور اقبال کی تجدیدی فکر کا تاریخی پس منظر

قرونِ وسطیٰ اور جدید دور کے دوران مسلم معاشرہ علمی و فکری بحران کا شکار تھا۔ اسلامی تمدن کی عروج پانے والے علوم، فلسفہ اور اخلاقیات میں سست روی اور تقلید نے مسلمانوں کو پسماندگی کی طرف دھکیل دیا۔ اس پس منظر میں اقبال نے قرآن کو تجدیدی فکر کا مرکز بنایا۔ اقبال کے نزدیک قرآن مسلمانوں کے لیے ایک زندہ ضابطہ حیات ہے جو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق انسانی زندگی کی رہنمائی کرتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ قرآن کی تعلیمات صرف عبادات تک محدود نہیں بلکہ یہ انسانی اخلاق، معاشرتی تعلقات، حکمرانی اور سائنسی تفکر کے لیے بھی رہنما ہیں۔ اس نظریہ نے اقبال کو نہ صرف فلسفیانہ فکر میں مضبوط کیا بلکہ ان کے خطابات اور رسائل میں ایک تجدیدی فکری بنیاد بھی فراہم کی۔

### تجدیدی فکر کے اہم اصول

اقبال کی تجدیدی فکر میں چند بنیادی اصول واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں:

1. **خودی اور قرآن**۔ قرآن کے ذریعے فرد اپنی خودی کی پہچان کرتا ہے اور اخلاقی و روحانی ترقی حاصل کرتا ہے۔
2. **اجتہاد اور فکری آزادی**۔ قرآن کی تعلیمات کی بنیاد پر نئے مسائل کا حل تلاش کرنا اور جمود سے بچنا۔

3. **معاشرتی اور سیاسی ترقی**۔ قرآن کے اصولوں کی روشنی میں مضبوط، خوددار اور فعال معاشرہ تشکیل دینا۔
4. **روحانی تربیت**۔ قرآن کے احکام انسان کو مادّی ترقی کے ساتھ روحانی اور اخلاقی تربیت بھی فراہم کرتے ہیں۔

اقبال کے خیال میں یہ چاروں اصول ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں اور مسلمانوں کی تجدید کے لیے ناگزیر ہیں۔ اقبال کی تجدیدی فکر میں یہ چاروں اصول ایک مربوط نظامِ حیات کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن ہی وہ سرچشمہ ہے جو فرد کو اپنی خودی کی پہچان بخشتا ہے اور اسی کے ذریعے انسان روحانی اور اخلاقی بلندی حاصل کرتا ہے۔ اجتہاد اور فکری آزادی کا تصور اقبال کے نزدیک اسلام کو جمود اور تقلید سے نجات دلاتا ہے تاکہ نئی نسل بدلتے ہوئے زمانے کے مسائل کا حل تلاش کر سکے۔ اسی طرح معاشرتی و سیاسی ترقی قرآن کے اصولوں کی روشنی میں ہی ممکن ہے کیونکہ یہ اصول عدل، مساوات اور خودی کی بنیاد پر ایک فعال و خوددار معاشرہ قائم کرتے ہیں۔ اقبال کے ہاں روحانی تربیت بھی محض فرد تک محدود نہیں بلکہ اجتماعی اخلاقی اقتدار کو زندہ کرتی ہے۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ اگر ان چاروں پہلوؤں کو یکجا کر کے اپنایا جائے تو مسلمان دوبارہ اپنی اصل عظمت حاصل کر سکتے ہیں۔ اقبال اس نکتے کو یوں بھی بیان کرتے ہیں:

؎ افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ (7)

اقبال قرآن کے مطالعے اور اس کے ساتھ گہری وابستگی پر مسلسل زور دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن ہی وہ سرچشمہ ہے جو انسان کو اپنی اصل حقیقت سے روشناس کراتا ہے اور خودی کی تعمیر کرتا ہے۔ وہ مسلمان کو محض سطحی تلاوت پر اکتفا کرنے کے بجائے گہرے تدبر اور تفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اقبال کی فکرِ جدید شاعرانہ صورت اختیار کرتی ہے اور ہمارے سامنے اقبال کا یہ پیغام کچھ اس طرح ظاہر ہوتا ہے:

؎ **وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر (8)**

اقبال کا پیغام یہ ہے کہ ماضی میں مسلمانوں کی عظمت اور سربلندی کا راز قرآن کی پیروی اور اس کے معانی میں غوطہ زن ہونے میں تھا لیکن آج ان کی پستی اور زوال کی وجہ قرآن سے دوری اور محض رسمی وابستگی ہے۔ اقبال کا اصرار ہے کہ قرآن کے اندر غوطہ زن ہونے سے فرد کو نہ صرف اپنی خودی کی پہچان حاصل ہوتی ہے بلکہ اس کے اندر وہ روحانی، فکری اور عملی قوت بھی بیدار ہوتی ہے جو ایک فعال اور مضبوط امت کی تشکیل کے لیے ناگزیر ہے۔ اس طرح قرآن کا گہرا فہم محض ذاتی نجات نہیں بلکہ اجتماعی ترقی اور تجدیدِ امت کا بھی ضامن ہے۔ اس بحث سے واضح ہوتا ہے کہ مغربی جدیدیت نے اگرچہ سائنسی اور مادی میدان میں غیر معمولی ترقی کی، مگر اس کے ساتھ روحانی اور اخلاقی توازن برقرار نہ رہ سکا۔ اقبال نے اسی عدم توازن کی نشاندہی کرتے ہوئے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ اندھی تقلید کے بجائے شعوری اور تنقیدی رویہ اختیار کریں۔ ان کے نزدیک کامیاب معاشرہ وہی ہے جو جدید تقاضوں کو قبول کرتے ہوئے اپنی دینی، اخلاقی اور تہذیبی بنیادوں کو مضبوطی سے تھامے رکھے۔ اقبال کی فکر ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ ترقی کا حقیقی معیار صرف مادی کامیابی نہیں بلکہ انسان کی اخلاقی اور روحانی بلندی بھی ہے، اور یہی توازن ایک پائیدار اور بامقصد تہذیب کی بنیاد بن سکتا ہے۔

ماحصل مغربی جدیدیت اپنی تمام تر سائنسی ترقی کے باوجود ایک یک رخی نظام ہے جس میں روحانیت اور اخلاقیات کی کمی پائی جاتی ہے، جبکہ اقبال ایک متوازن نظامِ فکر پیش کرتے ہیں جو مادّی اور روحانی دونوں پہلوؤں کو یکجا کرتا ہے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے زوال کی بنیادی وجہ مغرب کی اندھی تقلید اور اپنی فکری اور روحانی اقتدار سے دوری ہے۔ اقبال کا حل خودی کی تعمیر، اجتہاد، قرآن سے وابستگی اور جدید علوم کے بامقصد استعمال میں مضمر ہے۔ اس طرح ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جو نہ صرف ترقی یافتہ ہو بلکہ اپنی اصل شناخت اور اقدار سے بھی جڑا رہے۔

## حوالہ جات


اقبال، تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، لاہور: بزمِ اقبال کلب روڈ، اشاعت پنجم، 2000ء، ص 239

اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، ص43

اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، ص145

تفہیم القرآن، ج3، ص212

اقبال، تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ، مترجم، سید نذیر نیازی، ص228

اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2005، ص384

اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، ص713

اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، ص232